مالی قربانی کی روح کو سمجھیں یہ کوئی جبر کا نظام نہیں۔

نوافل سے اپنے فرائض کی حفاظت کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات قرآنی تلاوت کیں:۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ
الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ
الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ
قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ
سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ
الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾

(التوبہ: ۹۸ تا ۱۰۰)

پھر فرمایا:۔

قرآن کریم نے جو مالی نظام دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے یہ ایک بالکل الگ اور ممتاز نظام ہے جس کی کوئی مثال دنیا کے کسی مذہب میں دکھائی نہیں دیتی ۔ یہ مضمون اپنی ذات میں اتنا وسیع

اور اتنا گہرا ہے کہ اگر کسی غیر مذہب والے کو اس موضوع پر کوئی مسلمان متوجہ کرے اور اسے دعوت دے کہ تم اپنے مذہب ہی سے نہیں دنیا کے تمام مذاہب سے خدا کی خاطر مالی قربانی دینے والے مضامین کو اکٹھا کر لو اور ہم قرآن کریم سے ان آیات کو پیش کریں گے اور پھر دیکھو کہ کیا قرآن کی تعلیم بھاری رہتی ہے یا ساری دنیا کی اجتماعی کتابوں کی مجتمع تعلیم قرآن کریم کے اوپر بھاری ہوتی ہے۔

میں نے یہ موازنہ بڑے غور سے کیا ہے اگر چہ تمام مذاہب کی تعلیم پر بہت گہری نظر ڈالنے کی توفیق تو نہیں مل سکی لیکن موازنہ مذاہب کا چونکہ مجھے شوق رہا ہے میں نے اصل کتابیں بھی پڑھی ہیں، بعد کے زمانے کی کتابیں بھی پڑھیں اور ان پر اپنوں اور غیروں نے جو تبصرے لکھے ہیں وہ بھی بہت حد تک پڑھنے کی توفیق ملی اس لئے میں اپنے ذاتی علم کی بناء پر یہ بات کر رہا ہوں محبت کے کسی دعوے کی بناء پر نہیں۔ قرآن کریم سے ہر مسلمان کو محبت ہے۔ وہ اس کے متعلق بلند بانگ دعاوی بھی کرتا ہے لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احمدیت کو جو نئی ادا سکھائی وہ یہ ہے کہ محض محبت کی بناء پر دعوے نہ کرو بلکہ تجربے کی بناء پر دعوے کرو، خود دیکھو پرکھو، خوب اچھی طرح غور کے بعد بات کرو۔ پس یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں پورے غور کے بعد کہہ رہا ہوں۔ آپ میں سے ہر احمدی اس نسخے کو آزما کر دیکھ سکتا ہے اور ہرگز کبھی وہ تمام دنیا کے مذاہب کی اجتماعی طاقتوں سے بھی اس معاملہ میں شکست نہیں کھائے گا۔ یہ تعلیم اتنی وسیع ہے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اور اتنے گہرے فلسفے پر مبنی ہے اور ہر اونچ نیچ کو اس طرح سمجھا دیا گیا ہے کہ مالی قربانی کے نظام کا ایک پورا جہان ہے جو اپنی ذات میں کامل ہے اور اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس تفصیل کے ساتھ یہ سمجھانے کی اس لئے ضرورت ہے کہ آج کل جو بعض نئے نئے فتنے پیدا ہوتے ہیں ان میں بارہا یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ **اسلام کامل کیسے ہو گیا۔ دنیا ترقی پذیر ہے اور ہر چیز میں پہلے کی نسبت کسی نہ کسی صورت میں ترقی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کیا ہم ایک جامد مذاہب کو مان جائیں گے جو اپنی ذات پر کھڑا ہے اور ماضی کے کسی ایک نقطہ پر آ کر جمود اختیار کر گیا ہے وہاں سے آگے نہیں چلتا۔** یہ اعتراض سادہ لوح مسلمانوں پر بعض دفعہ برے اثرات مترتب کرتا ہے۔ بعض دفعہ ان کو پھسلانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور آج کل جیئے سندھ کی جو تحریک ہے اس میں بھی سید صاحب نے جو اپنا فلسفہ حیات پیش کیا ہے اس میں نمایاں طور پر اس بات کو اٹھایا ہے کہ قرآنی تعلیم

اپنے زمانہ میں اچھی تھی لیکن اب فرسودہ ہوگئی ہے۔چودہ سوسال پہلے کی باتیں ہم کیسے کر سکتے ہیں؟چودہ سوسال پہلے کی کتاب آج ہماری راہنمائی کیسے کرسکتی ہے تو ان کے لئے بھی یہ چیلنج ہے۔صرف مذہب کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے مالی نظام جو آج تک انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہیں ان کے فلسفے کو جانچ لیجئے ،ان کو اکٹھا دعوت دے دیں کہ جاؤ اور سارے مل کر اپنے اپنے فلسفوں اور اپنے اپنے نظام سے چوٹی کے نکتے نکال کر لاؤ اور پھر اسلام کے مالی قربانی کے نظام سے مقابلہ کرو اور پھر یہ بتاؤ کہ اسلام کے مالی قربانی کے نظام میں کہاں اصلاح کی اور ترقی کی گنجائش ہے کچھ کر کے دکھاؤ تو ہم مانیں گے ۔محض خیالی تبصروں کے اوپر تو انسان اپنے دینی تصورات کو تبدیل نہیں کیا کرتا یا اعتقادات کو تبدیل نہیں کیا کرتا۔

تو یہ وہ نظام ہے جس کے متعلق ہر احمدی کو خوب اچھی طرح واقف ہونا چاہئے اور عملاً وہ واقف ہو رہا ہے اور یہ نظام اگر آج دنیا میں کہیں رائج ہے تو جماعت احمدیہ میں ہی اس کا ایک پہلو رائج ہے۔یعنی وہ جو طوعی چندوں کا نظام ہے وہ جماعت احمدیہ میں رائج ہو گیا ہے۔اور حسن واحسان میں ترقی کر رہا ہے اور دن بدن زیادہ نکھر کر سامنے آتا جا رہا ہے اور اس نئے بناؤ سنگھار میں ایک ادنیٰ سا موقع بھی ایسا پیش نہیں آتا کہ قرآنی تعلیم پر اضافے کی ضرورت پیش آئے اس کے دائروں میں یہ سب ترقی ہو رہی ہے اور اس کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہم جانتے ہیں ابھی بہت کچھ آگے بڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔

پس آج پندرہویں صدی کا انسان یا چودہویں صدی کا انسان مڑ کر راہنمائی کے لئے دیکھ رہا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم سے جب وہ استفادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے کہ ابھی بہت کچھ کرنے والا باقی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زمانے کے آخر تک قرآن بنی نوع انسان کا ساتھ دے گا۔وہ ساتھ دے سکیں نہ دے سکیں یہ الگ بات ہے لیکن قرآن کی تعلیم کسی دنیاوی فکر سے یا دنیاوی ترقی سے پیچھے نہیں رہ سکتی۔

بہر حال اس مختصر تعارف کے بعد اب میں ایک خاص پہلو کو جماعت کے سامنے نمایاں طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔قرآن کریم نے دوطرح کی مالی قربانی کرنے والوں کا حال اعراب کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔اس میں آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ غلاموں کا ذکر نہیں ہے اس لئے

اس بات کو خوب اچھی طرح سوچ لیں کہ ان آیات میں سے جو پہلی آیت ہے اس کا اطلاق خالصۃً اعراب پر ہوتا ہے یعنی ان بدوؤں پر جنہوں نے اجتماعی طور پر اسلام کو قبول کرلیا لیکن حضوراکرم ﷺ کی تربیت سے فیض یاب نہ ہوسکے لیکن حضوراکرم ﷺ کی تزکیہ کی طاقت ایسی تھی کہ ان اندھیروں میں بھی پہنچی ہے ان کو بھی پار کیا ہے اوران میں بھی جگہ جگہ نور کی بہت ہی خوبصورت شمعیں روشن کردی ہیں، دوسری آیت اس مضمون کو بیان کررہی ہے۔اور تیسری آیت یہ بتاتی ہے کہ نمونہ وہی ہے جو انصار اور مہاجرین کا نمونہ ہے۔اعراب میں برے بھی ہیں اچھے بھی ہیں، بہت خوبصورت قربانیاں کرنے والے بھی ہیں لیکن نمونے کے طور پر تم نے محمد رسول اللہ ﷺ اوران کے ساتھیوں اورانصار اور مہاجرین کو پکڑنا ہے کیونکہ وہ آنحضور ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں۔پہلی آیت میں فرمایا۔وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ کہ ان اعراب یعنی بدوؤں میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو کچھ خرچ کرتے ہیں چٹی سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اور دل میں کڑھتے رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ مخفی طور پر انہیں بددعائیں دیتے رہتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں مصیبت ڈال دی،۔ ہمارے اموال میں سے حصہ لینے والے آجاتے ہیں اور خدا کرے ان پر کوئی آسمانی حوادثاتی مصیبت نازل ہو اور یہ ان مصیبتوں کا شکار ہو جائیں۔

اس مضمون سے پتا چلتا ہے کہ یہ اسلام کے غلبہ کے دور کی بات ہے جبکہ اسلام اس حد تک غالب آ گیا تھا کہ حکومت بھی آنحضرت ﷺ اور آپ کے غلاموں کے ہاتھ میں تھی اور عربوں پر ایک اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔اگر یہ نہ ہوتا تو چٹی والی بات نہ ہوتی اوراسی میں دراصل آئندہ فتنوں کی پیشگوئی بھی تھی کہ جب بھی نظام حکومت ڈھیلا ہوگا تو وہ لوگ جو انتظار میں بیٹھے ہیں کہ تم پر کوئی مصیبت ٹوٹے تو وہ آزاد ہوں، وہ نہ صرف یہ کہ خدا کی راہ میں پیسے دینے بند کردیں گے بلکہ ان کے باغیانہ خیالات زور سے سراٹھائیں گے اور شور پیدا کریں گے چنانچہ اس آیت کی روشنی میں یہ کہنا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں بند ہوتے ہی جو کچھ آپ کی اصلاح تھی وہ مٹ گئی اور فساد برپا ہوگئے محض ایک جاہلانہ اعتراض ہے اوراہل مغرب کی طرف سے بھی اور بعض مشرقی مفکرین کی طرف سے بھی ہمیشہ یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی ﷺ کی اتنی لمبی محبتیں کہاں گئیں۔۲۳ سالہ تربیت کے بعد اچانک جب آپ کا وصال ہوتا ہے تو اعراب بغاوت میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں

اور فتنہ ارتداد اور زکوۃ نہ دینے کا فتنہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کریم تو اس آخری دور میں جبکہ حکومت کامل ہوئی تھی اور یہ دو تین سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں ہے اس عرصے کے بارہ میں فرماتا ہے کہ اعراب میں سے ایک بڑی اکثریت ایسی ہے جنہوں نے دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا اور اس حد تک بہر حال نہیں کیا کہ خدا کی راہ میں کچھ خرچ کر سکیں۔ جو کچھ دیتے ہیں وہ مجبوراً چٹی سمجھ کر دیتے ہیں اور دلوں میں نفرتیں دبائے بیٹھے ہیں اور تمہارے بدخواہ ہیں۔ تم پر آسمانی مصائب کی راہ دیکھ رہے ہیں لیکن ساتھ ہی جیسا کہ قرآن کریم کا طریق ہے کسی قوم کو بحیثیت مجموعی مطعون نہیں فرماتا، کسی قوم کو کلیۃً مجرم قرار نہیں دیتا بلکہ واقعاتی طور پر جو استثناء ہو سکتے ہیں ان کی بھی نشاندہی فرماتا ہے۔ فرمایا:۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ لیکن عجیب ہے انہیں اعراب میں سے ابھی تھوڑی دیر تربیت پائی ہے لیکن ایسے عظیم الشان وجود پیدا ہو چکے ہیں يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اور جو کچھ بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کے دو ہی مقاصد ہیں کہ اللہ کی قربت حاصل کریں اور رسول کی دعائیں حاصل کریں۔ اس کے سوا ان کا کوئی منشاء نہیں۔ جب روپیہ دیتے ہیں تو اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے کیا دیا اور کیسے دیا اور جزا ان کی سوائے اس کے کوئی نہیں کہ خدا ان کو قربت عطا فرمائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ان کو پہنچیں۔ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سنو ان کی یہی ادا قربت پیدا کر رہی ہے مالی قربانی کا ایسا پیارا انداز ہے کہ قربت تو ان کو مل گئی۔ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ میں بہت ہی خوبصورت مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ ہاں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں قربت عطا کی جائے گی۔ یا اس کے نتیجے میں تمہیں یہ ملے گا۔ فرمایا اِنَّهَا قُرْبَةٌ مالی قربانی کا یہ انداز اپنی ذات میں قربت ہے۔ یہ ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے قریب ہوں۔ یہ مضمون ہے یعنی جزاء کا مضمون تو بعد کی باتیں ہیں وہ تو اپنی جگہ قائم ہے۔ اِنَّهَا قُرْبَةٌ کا مطلب یہ ہے کہ اس طرز فکر کے لوگ جو اس بناء پر قربانی دیا کرتے ہیں وہ تو پہلے ہی اہل قربت ہیں۔ جن کو خدا کا قرب نصیب نہ ہو ان کو اتنی حسین ادائیں آہی نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ کا عجیب کلام ہے حیرت میں انسان ڈوب جاتا ہے۔ ذرا ٹھہر ٹھہر کر غور سے آپ پڑھیں تو حسن کے عجیب

کرشمے دکھائی دیتے ہیں جو انسان کی جادوگری سے پیدا نہیں ہو سکتے، خدا کا کلام ہے، اس میں عجیب شان ہے، عجیب گہرائی ہے، عجیب صدق ہے۔ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ اور بعد میں دوسرا مضمون بھی بیان فرمادیا۔ اللہ اس کے نتیجے میں سَيُدْخِلُهُمُ ضرور ان پر رحمتیں بھی نازل فرمائے گا یعنی جزاء تو ان کو مل گئی کہ قربت نصیب ہے تو ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ جو وہ چاہتے تھے وہ تو پورا ہو گیا لیکن اس کے سوا بھی خدا فرماتا ہے کہ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهٖ اللہ اس کے علاوہ بھی ان کو رحمتیں عطا فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے یہاں سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهٖ سے مراد ہے کہ خدا کی رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اس میں داخل ہو جائیں گے ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے رحمت ہی رحمت ہو گی۔ رحمت کا یہ پودا رحمت کا ماحول ان کے اوپر چھا جائے گا ان کو لپیٹ لے گا ان کا کوئی حصہ رحمت باری تعالیٰ سے باہر نہیں رہے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور ساتھ یہ بھی وعدہ فرمادیا کہ خدا تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہاں اس احتمال کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو خدا کی راہ میں مالی قربانیاں کرتے ہیں اور اس پیار اور محبت کے انداز سے کرتے ہیں ان میں بسا اوقات بعض دوسری کمزوریاں بھی ہوتی ہیں لیکن مالی قربانی سے ان کی نوک پلک درست ہو جاتی ہے اور وہ بہت خوبصورت، بہت اعلیٰ کردار دکھانے والے بن جاتے ہیں لیکن بعض دوسری باتوں میں کوتاہیاں بھی ہو جاتی ہیں، غفلتیں ہو جاتی ہیں، بعض دفعہ گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، استغفار کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے، پھر ٹھوکر کھاتے ہیں تو فرمایا ان لوگوں کے لئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ جب کسی کی ایک ادا پسند آجائے تو اس کے بعض دوسرے نقائص سے انسان آنکھیں بند کر لیا کرتا ہے اور کسی کی کوئی ادا بہت پسند آجائے تو اتنا ہی زیادہ مغفرت کرنے والے کے دل میں ایک طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ پس یہ اس طلب کا ذکر ہے ورنہ اس سے پہلے بخشش مانگنے کا کوئی مضمون بیان نہیں فرمایا گیا تو یہ بات بھی آپ یاد رکھیں کہ بعض نیکیوں میں غیر معمولی کمال حاصل کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں مغفرت عطا کرنے کی طلب پیدا ہوتی ہے اور بخشنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے اور جہاں ہاتھ نہیں بھی پھیلایا گیا وہاں ہی خدا نے خود ذکر فرمادیا کہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ان کو ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اللہ بہت ہی مغفرت فرمانے والا اور بہت رحم

کرنے والا ہے۔اس کے بعد تیسری آیت ہے۔وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ اور الْاَوَّلُوْنَ تو وہی ہیں مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ کہ جو مہاجرین میں سے ہیں اور انصار میں سے ہیں یعنی اعراب تو بعد میں آئے اس سے پہلے کون لوگ تھے مہاجر تھے اور انصار تھے جنہوں نے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی فرمایا ان کی تو بات ہی الگ ہے چنانچہ فرمایا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور وہ لوگ جو احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرتے ہیں۔رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔دونوں طرف سے رضا ہے۔وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسی جنات پیدا فرمائی ہیں جن کے اندر دائمی نہریں بہتی ہیں۔ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ میں صرف صحابہ مراد نہیں ہیں بلکہ صحابہ کا ذکر چونکہ الگ گزر چکا ہے اس لئے عین ممکن ہے کہ صحابہ مراد ہی نہ ہوں بلکہ صحابہؓ کی پیروی کرنے والوں کا ذکر ہے جو بعد میں آنے والے ہیں۔پس اس پہلو سے میرے نزدیک اس آیت کا مضمون ہمیشہ کے لئے جاری وساری ہے۔یہ کہنا غلط ہے کہ صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔اگر کلام الٰہی ہمیشہ کے لئے ہے اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور آپ سے تربیت یافتہ صحابہ ؓ کا نمونہ ہمیشہ کے لئے ہے تو یہ فیض جو بھی پائے گا وہ ان انعامات سے بھی ضرور حصہ لے گا جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا گیا ہے لیکن ایک شرط داخل فرما دی۔وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ اتباع کی ہے۔اب لفظ احسان قابل غور ہے۔یہاں احسان کس طرح مضمون سے مطابقت کھاتا ہے یہ بات قابل توجہ ہے۔آپ جب کسی کی پیروی کرتے ہیں تو عام معنوں میں تو احسان نہیں کرتے نا کہ اس پر ہم نے بڑا احسان کیا اس کی پیروی کی۔جس کی پیروی کی جاتی ہے وہ محسن ہوا کرتا ہے اور جو پیروی کرتا ہے اس پر اس محسن کا احسان ہوتا ہے تو قرآن کریم جب ظاہری مضامین کو الٹاتا ہے تو وہیں

آپ کے قدم رک جانے چاہئیں اور آپ کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ کوئی بہت ہی عظیم بات بیان فرمائی جارہی ہے جو عام مضامین سے مختلف ہے۔ فرمایا وہ لوگ جوان بزرگوں کی یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ مہاجرین اور انصار کی اداؤں کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ جنہوں نے آغاز میں اسلام سیکھا اور لمبا عرصہ آنحضور کی تربیت پائی الْاَوَّلُوْنَ کہہ کر یہ بتا دیا گیا ہے کہ اگر چہ اعراب میں بھی اچھے اچھے پیدا ہوئے مگر ان کا مقابلہ تو نہیں ہوسکتا جنہوں نے آغاز ہی میں آنحضور ﷺ کی اتباع کی اور پھر آپ سے خود براہ راست تربیت پائی اور لمبا عرصہ یہ تربیت پائی ان کی پیروی احسان سے کرنے کا ذکر ہے۔

یہاں احسان کے دو معنی ہیں ایک احسان کا معنی تو یہ ہے کہ وہ اپنی ذات پر احسان کرتے ہیں کسی اور پر احسان نہیں کرتے اِتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ یعنی اپنے نفس کو حسین تر بنانے کے لئے اپنے وجود کو پہلے سے زیادہ خوبصورت بنانے کی خاطر وہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ یہاں پیروی کے مضمون میں اپنے نفس کی تربیت کا مضمون بالا رادہ طور پر داخل ہو جاتا ہے وہ جانتے ہیں کہ ہم خوبصورت نہیں ہو سکتے جب تک ان لوگوں جیسا بننے کی کوشش نہ کریں جس طرح ایک زمانہ میں بعض لوگ کسی ایکٹر کو اپنا ہیرو بنا لیتے ہیں، کوئی کسی ایکٹرس کو بنا لیتے ہیں اور ان کے طریق سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر وہ کرکٹ کا اچھا بالر ہے تو اس ادا سے Ball کرتے ہیں، اگر اچھا بیٹسمین ہے تو اس ادا کے ساتھ بیٹنگ کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض بے وقوف بچیاں جب نئی نئی بڑی ہوتی ہیں تو بعض ایکٹرسوں کو انہوں نے اپنا مقصود اور مطلوب بنایا ہوا ہوتا ہے اور ان ہی کی نقالی کر رہی ہوتی ہیں اور بچے بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ چنانچہ مارکیٹیں اس قسم کے کپڑوں وغیرہ سے بھری ہوتی ہیں جن پر کسی نہ کسی مشہور آدمی کا نام ہے کہ وہ اس طرح پہنا کرتا تھا، اس رنگ کی چیزیں پسند کرتا تھا، تم بھی ایسا ہی کرو تو کس کیلئے؟ اس لئے کہ وہ خوبصورت سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم حسین ہو جائیں گے۔ پیروی میں احسان کا مضمون داخل ہے احسان کا مطلب ہے چیز کو اچھا بنانا خوبصورت بنانا۔

پس اِتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان کی پیروی ان کو ماڈل سمجھتے ہوئے کرتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ جتنا ہم ان کے قریب ہوں گے اتنا زیادہ خود خوبصورت اور دل کش ہوتے چلے جائیں گے اور غور کرتے رہتے ہیں کہ انہوں نے کس کس رنگ میں قربانیاں دیں اور پھر

ویسے ہی رنگ اختیار کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بسا اوقات اپنے خطبات میں صحابہؓ کی مالی قربانیوں کے تذکرے اس رنگ میں کیا کرتے تھے کہ اس سے بچپن سے ہی لوگوں کے دلوں میں اس قسم کی قربانیاں کرنے کی تمنا پیدا ہو جاتی تھی اور آج کل کے زمانے میں بھی جماعت احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس مضمون میں نئے رنگ بھرے ہیں اگرچہ اتباع ان ہی لوگوں کی کی ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جو نئے رنگ پیدا ہوتے ہیں وہ اس مضمون میں زیادہ دلکشی پیدا کرتے چلے جاتے ہیں لیکن بنیادی ادائیں نہیں بدلتیں ان میں کبھی تبدیلی نہیں آئی۔ جن باتوں کے متعلق خدا نے یہ فرمایا کہ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وہ بنیادی صفات ہر انسان کی ہر زمانے میں ایک ہی رہتی ہیں۔ یہ مضمون سمجھنے کے لائق ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر قرآن بھی بدلنا ہوگا پھر کوئی کتاب ہمیشہ کے لئے کامل نہیں ہو سکتی مگر چونکہ قرآن کریم دین فطرت ہے اس لئے ان فطری مضامین کو کھول کھول کر بیان فرماتا ہے جن میں تبدیلی کوئی نہیں۔ لا تبديل لخلق الله کا مضمون ہے چونکہ انسانی فطرت سے ان باتوں کو باندھا گیا ہے اور فطرت میں تبدیلی نہیں ہوتی لیکن اس فطرت کے مظاہر بدلتے رہتے ہیں۔ وہ مختلف رنگ میں اپنا اظہار کرتی ہے۔ تو جب میں کہتا ہوں کہ نئے رنگ بھرے تو میری مراد یہ نہیں کہ انہوں نے نئی ادائیں بنائی ہیں۔ ادائیں وہی ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی تھیں۔ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ لیکن ان میں اپنے اپنے انداز کے مطابق اپنی اپنی انفرادی حیثیت کے مطابق نئی قسم کے جذبات اور اظہارات کو داخل کیا ہے اور ایک انفرادیت پیدا کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے جہاں احسان کا ذکر فرمایا وہاں یہ مراد ہے کہ ان لوگوں کی پیروی کر کے اپنے اعمال کو حسین سے حسین تر بناتے رہتے ہیں۔

دوسرے مضمون کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کہ احسان کا ایک معنی ہے بہت ہی زیادہ حسین نیکی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے سب سے اعلیٰ درجے کی نماز کی جو تعریف فرمائی ہے اسے احسان قرار دیا ہے اور قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ احسان کا یہ معنی ایک دینی اصطلاح ہے کہ ایسی نیکی جو اپنی ذات میں درجہ کمال کو پہنچی ہو تو فرمایا کہ وہ ان کی پیروی میں یہ نہیں دیکھتے کہ ان سے کمزوریاں کیا سرزد ہوئیں اور ان کو اپنے

لئے نمونہ بنائیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ نیکیوں پر نظر رکھتے ہیں بلکہ نیکیوں میں سے بھی بہترین پر، ان کی نگاہ اونچی ہوتی ہے اور وہ ان میں سے جو بہترین ادائیں کرنے والے خدا کی محبت میں مبتلا، خدا کی محبت میں گرفتار عشاق محمد مصطفیٰ تھے ان کی پیروی کرتے ہیں ان اداؤں میں جو ان کے اندر بہترین ہیں اور ان کی ذات میں درجہ کمال رکھتی ہیں۔

اس مضمون نے ایک پہلو تو ہمیشہ کے لئے مردود فرما دیا یعنی بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے جو اس عہدہ پر تھا اور اس مقام پر تھا اس نے فلاں بدی کی تو ہم نے بھی کر لی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کو کیوں نہیں پکڑتے۔ اس مضمون کو اس آیت نے ہمیشہ کے لئے مردود کر دیا ہے۔ **فرمایا ہے پیروی کرنے والوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ ادنیٰ کی پیروی کریں چاہے وہ اعلیٰ سے سرزد ہوا ہو۔** ادنیٰ فعل اگر اعلیٰ سے بھی سرزد ہوا ہو تو قرآن تعلیم کے مطابق وہ پیروی کے لائق نہیں رہتا اس لئے اس کا حوالہ دیا ہی نہیں جا سکتا حوالہ دینا ہے اور حوالہ تلاش کرنا ہے تو اپنے لئے حسن کا حوالہ دو اور حسن کا ہی حوالہ تلاش کرو۔ حسن پیدا کرنے کی خاطر کام کرو اور حسن میں جو سب سے اعلیٰ درجے کا حسن ہے اس کی پیروی کرنے کی کوشش کرو۔ فرمایا ان کی جزاء یہ ہے کہ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ان سے خدا ہمیشہ کے لئے راضی ہو گیا وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ ہمیشہ کے لئے اللہ سے راضی ہوئے وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لئے خدا نے ایسی جنتیں بنا رکھی ہیں جن میں دائمی نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اس میں رہیں گے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ ایک بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔

یہ مالی قربانی کی وہ روح ہے جس کا صرف ایک پہلو یہاں بیان ہوا ہے اس کے علاوہ مختلف پہلوؤں سے مالی قربانی کے نظام کو خدا تعالیٰ نے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور اس کے حسن و قبح کو بڑی تفصیل کے ساتھ واضح فرما دیا ہے۔ جماعت احمدیہ میں بعض لوگ اگر چہ چندے ادا کرنے میں دقّت محسوس کرتے ہیں اور بعض بوجھ بھی محسوس کرتے ہوں گے **مگر چونکہ جبر کا نظام نہیں ہے اور حکومت نہیں ہے اس لئے جب تک وہ اس اندرونی تردّد کے باوجود مالی قربانی میں حصہ لے رہے ہیں ان کے اوپر ہم حرف نہیں رکھ سکتے کیونکہ ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اکراہ کے ساتھ قربانی کی ہے۔ اگر چہ کچھ نہ کچھ جبر کا پہلو ان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے آغاز کے وقت انسان کو**

خوب اچھی طرح خبر دار ہونا چاہئے جن دلوں میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں ان کا کام ہے کہ خود اپنی نگرانی کریں کیونکہ بیرونی طور پر کوئی ایسا نظام نہیں ہے جسے یہ اجازت ہو کہ وہ کسی کو یہ کہہ سکے کہ تم نے جبر کے ساتھ قربانی دی ہے، تمہارے دل میں کراہت تھی۔ یہ کہنے کا کسی کو حق نہیں ہے، سوائے اس کے کوئی کراہت کا اظہار کرتا ہے اور بعض ایسے بدنصیب ہیں جو کر دیتے ہیں۔ ان کے متعلق جب اطلاع ملتی ہے ہمیشہ میں یہی کہتا ہوں کہ ان سے کبھی چندہ نہ لیا جائے کیونکہ نظام جماعت میں کوئی جبر نہیں ہے لیکن جب چندہ لینے والے جاتے ہیں تو بعض کہتے ہیں کہ کیا تم نے مصیبت ڈالی ہے ہر روز آ جاتے ہو، یہ چندہ، وہ چندہ بعض لوگ مجالس لگاتے ہیں اور کہتے ہیں جی کتنی قسم کے چندے ہو گئے ہیں۔ یہ کیا نظام ہے؟ ایک سیدھا چندہ عام رکھیں وصیت رکھیں جو مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جاری فرمایا۔ یہ آئے دن کے نئے چندے ایجاد کرنے کا کیا موقعہ ہے حالانکہ آئے دن کی ضرورتیں آئے دن کے چندوں سے ہی پوری ہوں گی اور چندہ میں کوئی جبر نہیں ہے۔ خدا کے نام پر اپیل کی جاتی ہے، ان لوگوں کے دلوں کو مخاطب کیا جاتا ہے جو پہلے ہی اس تمنا میں رہتے ہیں کہ خدا کی رہ میں قربانی والی کوئی آواز اُٹھے اور ہم پھر لبیک کہیں اور پھر اس سے لطف اندوز ہوں۔ تو وہ لوگ جن کے دل میں لازمی چندوں سے کسی قسم کی کراہت پائی جاتی ہے یا طوعی تحریکات میں وہ اپنے دلوں پر بوجھ محسوس کرتے ہیں ان کو اپنا تجزیہ کرنا چاہئے اور شروع میں ہی اپنی پہچان کر لینی چاہئے۔ وہ بعض دفعہ اس وجہ سے طوعی چندوں پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اس میں کسی قسم کا بھی جبر نہیں۔ لازمی چندے میں بھی جبر نہیں ہے لیکن لفظ لازم نے اس کے اندر ایک خاص سنجیدگی پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے انسان سمجھتا ہے کہ یہ چندہ تو دینا ہی دینا ہے لیکن جس کو طوعی کہا جاتا ہے اس کا تو مضمون ہی یہ ہے کہ دینا ہے تو دو نہیں دینا تو نہ دو، قطعاً کوئی حرف نہیں، کوئی اعتراض نہیں۔ سلسلہ کے عہدوں کا جہاں تک تعلق ہے ووٹ کا تعلق ہے، تمہارے حقوق کا تعلق ہے ایک ذرہ بھی اثر انداز نہیں ہوں گے اگر تم لازمی چندے دے دیتے ہو تو اتنا کافی ہے یعنی کافی ان معنوں میں کہ تمہارے بنیادی حقوق جو جماعت کے ساتھ وابستہ رہ کر تمہیں ملنے چاہئیں وہ سارے ملیں گے لیکن اس کے باوجود ان کو طوعی چندوں پر اعتراض ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کراہت کا مضمون داخل ہو چکا ہے اور شروع ہو گیا ہے۔

میں نے اس پر غور کر کے دیکھا ہے کیونکہ مجھے بھی بہت سی جماعتوں میں چندوں سے متعلق

جانے اور تفصیل سے جائزے لینے کا موقعہ ملا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کو ایک بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ جب بڑھ بڑھ کر طوعی چندے دیتے ہیں اور ان کا دل نہیں کھلتا تو ان کو شرمندگی محسوس ہوتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ سوسائٹی میں ہمارا مقام ننگا ہو جائے گا اور لوگوں کو پتہ لگے گا کہ یہ تو حصہ نہیں لیتا جبکہ دوسرے لے رہے ہیں یہ لبیک کہنے میں پیچھے ہے تو اس کے نتیجے میں اس پر پردہ ڈالنے کی خاطر وہ فلسفہ بنا لیتے ہیں کہ جی ہم اس کے قائل ہی نہیں یہ ہے ہی بکواس۔ یہ سارا سسٹم ہی غلط ہے۔ ان نئی نئی باتوں کے ہم قائل نہیں۔ ہم تو وہی بنیادی چندے کے قائل ہیں آگے کو نہیں بڑھیں گے۔ اگر وہ جماعت میں غلط پروپیگنڈا نہ کریں اپنی خفت مٹانے کے لئے جھوٹے اعتراض نہ بنائیں اور صرف یہ کہہ دیا کریں کہ ہمیں اتنے کی توفیق ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں یہ جائز ہے اور اس پر کسی کو حق نہیں کہ ان پر اعتراض کرے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے یہ بتائیے کہ دین بنیادی طور پر ہے کیا؟ کیا میں کروں تو میں مسلمان بن جاؤں گا۔ آپ نے کچھ فرائض بتائے اس کے بعد آپ نے نوافل کا مضمون شروع کیا تو اس نے کہا کہ ان کے بغیر دین مکمل نہیں ہوگا؟ کیا میں خدا کے حضور پکڑا جاؤں گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں جو فرائض بتا دیئے ہیں اگر صرف اتنا کر لو تو پکڑے نہیں جاتے۔ اس نے کہا: بس میرے لئے بہت کافی ہے۔ مجھے آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم عہد میں سچے ہو تو جاؤ کوئی فکر نہیں لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ یہ انسانی فطرت کی بات ہے جو صرف فرائض تک رہتے ہیں ان میں کشن Coshion کوئی نہیں ہوتا ان میں ابتلاؤں اور مشکلوں کے وقت جو ٹھوکر سے بچنے کے لئے درمیان کا دبیز حصہ ہے وہ نہیں پایا جاتا۔ جس طرح شیشے کے برتن آپ کسی جگہ بھیجیں اور ایسے کاغذ وغیرہ کے بغیر اس کو بھیج دیں جو باہر کی دیوار اور برتنوں کے درمیان ایک روک بن جاتا ہے تو اس کے ٹوٹنے کا بہت زیادہ احتمال ہے تو اسی طرح انسان کے ایمانیات کی اور اعمال کی حالت ہوتی ہے۔ سنتیں اور نوافل اس کے بنیادی اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر کہیں کمزوری واقعہ ہوتی ہے کوئی ابتلاء آتا ہے تو اس کا بوجھ سنتوں اور نوافل کی دیواریں اٹھا لیتی ہیں اور اس کے فرائض قائم رہتے ہیں۔ پس اس شخص نے بہت بڑی بات کی تھی جس نے یہ کہا کہ میرے لئے بہت کافی ہیں اور آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اگر تم اپنے وعدے پر پورے رہتے ہو تو پھر کوئی خطرہ نہیں مگر بہت بڑا ''اگر''

ہے۔کون ہے جواس وعدے پر پورا رہے اور صرف فرائض تک ٹھہر جائے اورنوافل کے ذریعے فرائض کی حفاظت ضروری نہ سمجھے اور پھراس میں کامیاب ہو۔کوئی غیر معمولی انسان ہی ہوسکتا ہے مگر غیر معمولی انسانوں کوتو پھرنوافل کی توفیق بھی ملتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو مالی نظام جاری فرمایا ہے اس کے مضمون کو سمجھنا چاہئے ۔وہ لوگ جو نوافل پر بھی اعتراض شروع کر دیتے ہیں ان کا وہ مضمون نہیں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی تھی ۔وہ ایک سادہ انسان تھا اس نے کھول کر کہا کہ باقیوں کیلئے بے شک ہو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔میں یہ بحث نہیں کرتا کہ ان کی ضرورت نہیں ہے۔میں تو صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر میں وہ زائد باتیں نہ کروں تو میں روحانی لحاظ سے مرجاؤں گا یا زندہ رہوں گا آپؐ نے فرمایا:تم مرتے نہیں ۔اس نے کہا کہ بس پھر میرے لئے زندگی کے سانس کافی ہیں۔ مجھے مزید تکلفات کی ضرورت نہیں ہے ۔مگر جن دانشوروں کی میں بات کر رہا ہوں یہ لوگ اس نفلی نظام پر اعتراض کرتے ہیں اور زبانیں کھولتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ کیا سلسلہ شروع ہو گیا ہے نئی نئی تحریکیں نئے نئے قربانیوں کے رستے ، یہ ہونا ہی نہیں چاہئے ہم اس لئے ان سے باز آتے ہیں کہ ہم ان کے قائل ہی نہیں ہیں ۔ہم ان کو درست ہی نہیں سمجھتے ۔

اگر ایسی بات ہے اور کوئی شخص احمدی عوام میں اس قسم کا اظہار رائے کرتا ہے تو وہ فتنہ پرداز ہے ۔اپنی ذات میں وہ بے شک نفلی چندہ نہ دے ۔اگر وہ فرض چندہ بھی نہ دے تو احمدی پھر بھی رہتا ہے۔زیادہ سے زیادہ اس کا اتنا نقصان ہوگا کہ ووٹ کے نظام میں وہ شامل نہیں ہوگا۔نہ ووٹ دے سکے گا نہ عہدیدار بن سکے گا اور چھٹی اور اس کو مصیبت سے رہائی ۔اس کو کیا فرق پڑتا ہے لیکن جب وہ سلسلے کے کسی نظام کے متعلق باتیں کرے گا تو وہ پھر منافق ہے اس سے لازمی چندے بھی نہیں لینا چاہئے اور جہاں کوئی ایسا شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ نظام جماعت میں فلاں فلاں چندے اضافہ ہو گئے ہم اس کے قائل ہی نہیں ہیں تو میری طرف سے نظام جماعت کو اجازت ہے کہ اس کو کہہ دیں کہ تم بے شک اب اپنے چندے نہ دو ہمیں تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے ۔نظام جماعت میں جو مالی حصہ ہے یہ اس پہلو سے بہت ہی مقدس ہے کہ اس کی تمام تر جڑیں مومنوں کے اعلیٰ اعتقادات میں ہیں اور گہرے پرخلوص قلبی جذبات میں ہیں ۔ یہ کوئی ٹیکسیشن کا نظام نہیں ہے۔اگر اس درخت پر زلزلہ آتا

ہے تو دماغ میں اعتقادات کی جو جڑیں ہیں ان پر بھی زلزلہ آتا ہے وہ بھی اکھڑتی ہیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ درخت کا اوپر والا حصہ ہی جھولتا رہے اور جڑوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بعض دفعہ جڑوں کی بیماریاں اوپر چلی جاتی ہیں، بعض دفعہ اوپر کے ابتلا نیچے داخل ہو جاتے ہیں مگر جماعت کا مالی نظام بہت ہی مقدس نظام ہے اس کا تعلق گہرے غیر متزلزل اعتقادات سے بھی ہے اور بہت ہی پر خلوص محبت کے جذبات سے بھی ہے۔ ہمیں اس نظام کی بہرحال ہر قیمت پر حفاظت کرنی ہے اور اگر کوئی اس کے اوپر پورا نہیں اترتا تو جماعت کے مالی نظام کو ذرہ بھی نقصان نہیں ہوگا۔ یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہزار بھی ایسے افراد ہوں کتنے ہی امیر ہوں اگر وہ ناقدری کی وجہ سے جماعت کے مالی نظام میں حصہ لینے سے محروم ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ جماعت کی ضروریات میں کبھی کمی نہیں کرے گا، نہ آج تک ہوئی ہے۔

اس ضمن میں ایک اور بہت ہی ضروری سمجھانے والی بات یہ ہے کہ جب ہم خدا کی راہ میں خدا کی مرضی کی خاطر چندہ دے بیٹھے اور قربت پیش نظر ہے یا امام کی دعائیں پیش نظر ہیں تو سودا تو نقد نقد پورا ہو گیا جس خاطر سودا کیا تھا تمہیں قیمت مل گئی۔ اس کے بعد تمہارا یہ حق نہیں رہتا کہ ہماری جماعت نے اتنا چندہ دیا ہے اس لئے ہماری جماعت پر اتنا خرچ کیا جائے ہمارے ملک نے اتنا چندہ دیا ہے اس کو کسی اور ملک پر خرچ نہ کیا جائے۔ مجلس شوریٰ کے ذریعے بجٹ بنانے کا جو یہ نظام ہے یہ بھی ایک طوعی نظام ہے ورنہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ بھی نہیں تھا۔ **قرآن کی مالی قربانی کی روح یہ ہے کہ چونکہ تم خدا کی خاطر خدا کے نمائندے کے سپرد مال کرتے ہو جس پر تمہیں کامل اعتماد ہے اس لئے جب تک یہ اعتماد قائم ہے تمہارا دل پوری طرح مطمئن ہوگا کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اور جس غرض کے لئے دیا ہے۔** وہیں خرچ ہوگا لیکن غرضوں کی تعیین کرنے میں تم کوئی حصہ نہیں لوگے، یہ شرط نہیں ہے کہ تم یہ بتاؤ کہ اس کو فلاں جگہ ضرور خرچ کیا جائے یہ اور بات ہے۔

ایک اور بات ہے جس کی میں یہاں وضاحت کردوں تا کہ بعض دوست غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ وہ چندے جو بالعموم خدا کے نام پر دیئے جاتے ہیں ان کے بجٹ کی میں بات کر رہا ہوں۔ بعض مخصوص تحریکات ہوتی ہیں۔ مثلاً روس کے لئے ہے، افریقہ کے لئے ہے، افریقہ کے بھوکوں کے لئے مدد کی تحریک ہے۔ وغیرہ وغیرہ قرآن کریم کی اشاعت کی تحریک ہے، مساجد کی تعمیر

کی تحریک ہے ان میں چندہ دینے والا ایک غرض کے ساتھ چندہ دیتا ہے اور وہاں جماعت کا فرض ہے کہ اس غرض کے ساتھ چندے کے خرچ کو مشروط رکھے اور یہی جماعت کرتی ہے لیکن یہ اپنی ذات میں کوئی بری بات نہیں جس غرض کے لئے کوئی انسان کہتا ہے میں عام چندہ بھی دوں گا اور زائد میں یہ فلاں غرض کے لئے دینا چاہتا ہوں اس میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن بعض دفعہ بعض لوگ بعض ایسی شرطیں عائد کر دیتے ہیں کہ اس کو اس طرح تقسیم کیا جائے، اس طرح خرچ کیا جائے، اس طرح اس کی حفاظت کی جائے ان لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ پھر تم خود کرو، میں تو نہیں قبول کروں گا۔

اگر تمہیں نظام جماعت پر اعتماد ہے تو شوق سے یہ رقم نظام جماعت کے سپرد کر دو۔ مقصد بتا دو اور اس مقصد کے بتانے کے بعد مطمئن رہو کبھی دل میں وہم پیدا ہو تو بے شک پوچھ بھی لو کہ اس پر خرچ ہوا کہ نہیں۔ تمہیں بتایا جائے گا لیکن یہ کہ باریکیاں بتاؤ کہ اس تفصیل سے اس طرح طے کریں یہ نظام مقرر کیا جائے یہ نہیں ہو سکتا لیکن میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ آنحضور صلی ﷺ کے زمانے میں لوگ چندہ دیتے تھے اور اس بات کا کبھی تذکرہ نہیں کرتے تھے کہ فلاں جگہ فلاں طریق پر خرچ کیا جائے۔ یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ یا آپ کے نمائندوں کا کام تھا کہ جس طرح چاہیں اس کو خرچ کرتے تھے لیکن خرچ ان ہی جگہوں پر ہوتا تھا جو دین کی اغراض ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی یہی طریق جاری رہا۔ انجمن بن بھی گئی تب بھی کوئی مجلس شوریٰ قائم نہیں تھی اور انجمن کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ انجمن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات تھیں کہ ان ہدایات کے تابع خرچ کرو لیکن کبھی کسی چندے والے نے یہ نہیں کہا یا کسی جماعت نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے اتنا چندہ دیا ہے اور تم لوگ اتنا فلاں جگہ خرچ کر رہے ہو اور ہم پر کم کر رہے ہو یہ ایک ایسا جاہلانہ اور باطل خیال ہے جس کے ساتھ چندوں کی روح برباد ہو جاتی ہے۔ اول تو جیسا کہ میں نے کہا جب چندہ خدا کی قربت کی خاطر یا امام کی دعائیں لینے کے لئے دیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں لینے کے لئے دیا۔ امام تو میں ان معنوں میں کہہ دیتا ہوں کہ آپ کی غلامی میں یہ مضمون بعد میں جاری رہتا ہے لیکن وہ اصل صلوٰت محمد رسول اللہؐ کی ہیں جو آج بھی ان لوگوں کو پہنچتی رہیں گی کیونکہ آپؐ کا زمانہ جاری ہے اور آپ نے ہر زمانہ کے مخلصین کے لئے دعائیں کی ہیں اس لئے اتنے بڑے مقصد کو پالینے کے لئے جس کے جواب میں

اللہ تعالیٰ کہے کہ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ کہ دیکھو دیکھو اللہ کی تو قربت عطا ہو چکی ہے۔اس کے بعد وہ یہ سوچیں کہ اور مزید بھی اس سے کچھ کمائی کریں اور یہ دیکھیں کہ کہاں خرچ ہوا کتنا خرچ ہوا اور ہمارے اوپر کیوں اتنا خرچ نہیں ہوا۔ یہ ایسے فتنے ہیں جنہیں کبھی جماعت میں قبول نہیں کیا جائے گا اور داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو میں کہہ دیتا ہوں کہ تم اپنے روپے اپنے پاس رکھو۔ یہ جہنم میں پھینکنے کے قابل تو ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ان سے استفادہ نہیں کرسکتی۔ آنحضرت ﷺ نے مالی قربانی کی جو جنت مسلمانوں کو عطا کی ہے یہ روپیہ اس میں داخل ہونے کے لائق نہیں ٹھہرتا۔اس قسم کے بھی بے وقوفوں والے فتنے کئی دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ابھی حال ہی میں ایک جگہ پیدا ہوا ہے اور میں نے ان کو یہی کہلا بھیجا ہے کہ تم تمہاری ساری عاملہ، تمہارے سارے چندہ دینے والے ایک آنا بھی سلسلہ کو نہ دو کیونکہ میرے نزدیک اگر ان خیالات کے ساتھ چندہ دینا ہے تو مردود چندہ ہے۔ ایسے چندے کے اوپر جماعت تھوکتی بھی نہیں ہے تم اور تمہارے جیسے لوگ جہاں چاہیں ان روپوں کو پھینکیں جماعت ان سے کبھی کچھ قبول نہیں کرے گی وہ لوگ جنہوں نے قادیان میں قربانیاں دی تھیں وہ غریب عورتیں جن کا وظیفوں پر گزارہ تھا اور ان وظیفوں سے بچا بچا کر چندے دیتی تھیں ان کے چندے یہاں مسجد فضل پر خرچ ہوئے ہیں۔ایک ایسا بھی دور تھا کہ جب عورتوں نے قربانیاں دیں تو یہاں چندے خرچ ہوئے اور کبھی کسی عورت نے مڑ کر نہیں پوچھا کہ ہم غریب، ہم فاقہ زدہ ہم کمزور لوگ لیکن تم اس غلام ملک کی اتنی قربانیوں کے چندے اٹھا اٹھا کر اس امیر ملک میں خرچ کر رہے ہو جو تمام دنیا کی دولتیں سمیٹ رہا ہے۔اشارۃً بھی کبھی کسی نے یہ سوال نہیں اٹھایا جس نظام پر اعتماد ہے۔جس خلافت سے وابستگی اختیار کی ہے اس کے ساتھ تعلقات تو کامل اعتماد پر چلتے ہیں۔ جہاں اعتماد ختم وہاں چندوں کا نظام ہی ختم ہو گیا۔وہاں یہ تعلق ہی قائم نہیں رہا کرتا۔پس مالی نظام میں بھی قرآن کریم نے دنیا کا بہترین مالی نظام ہمارے سامنے رکھا ہے تفصیل کے ساتھ ہمیں اس کے حسن وقبح کو سمجھا دیا ہے ان خطرات کی نشاندہی کر دی ہے جن میں بعض لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں وہ نمونے قائم فرما دیئے ہیں جن نمونوں کو دائمی قرار دیا اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی بعد میں آنے والے قیامت تک پیروی کرتے رہیں گے اور قیامت تک ان کا فیض اٹھاتے رہیں گے۔اس کے بعد جماعت احمدیہ میں بعض جاہلوں کا اس قسم کے فتنے اٹھانا ہرگز قابل

قبول نہیں ہے۔ میں جیسا کہ بیان کر چکا ہوں ان کے چندوں کی ایک کوڑی کی بھی قیمت نہیں ہے۔ یہ سارے اپنے چندے لے کر جہاں چاہیں بھاگ جائیں سلسلے کو ان کی ضرورت نہیں ہے اور ان کے جانے سے برکت ہوگی ان کے داخل ہونے سے برکت نہیں ہوگی مگر میں جانتا ہوں کہ سلسلے کی بھاری اکثریت سے بھی زیادہ بھاری اکثریت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانی میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کی یاد کو تازہ کرنے والی جماعت ہے۔ آپؐ کی رسموں کو زندہ کرنے والی جماعت ہے آپ کی اداؤں کو اپنانے والی جماعت ہے جو ان ہی قدموں کو چومتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے جن قدموں کے نشان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے پیچھے چھوڑے تھے خدا کرے کہ ہم قیامت تک اسی مالی نظام کو زندہ رکھیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نازل ہوا اور وہ نظام ہے جو ہمیں زندگی بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین